سہ ماہی

سیما

ادبی مجلہ، علی گڑھ

کتابی سلسلہ (۱۴) — جولائی - ستمبر ۲۰۲۵ء

مدیر

صغیر افراہیم

معاون مدیر

ثنا فاطمہ

''سیما'' میں شائع ہونے والی تحریروں میں ظاہر کی گئی آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
متنازع امور پر کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف علی گڑھ کی عدالتوں میں ہی کی جاسکتی ہے۔

خیابانِ ادب

نزد گلِ افراہیم، دُھرّا معافی، علی گڑھ-۲

مجلس مشاورت

- جناب سید محمد اشرف
- پروفیسر عبدالرحیم قدوائی
- پروفیسر غضنفر علی
- ڈاکٹر فائزہ عباسی
- پروفیسر زکیہ اطہر صدیقی
- ڈاکٹر عارف حسن خاں
- پروفیسر طارق چھتاری
- پروفیسر سید امتیاز حسنین

شرح خریداری

فی شمارہ:- /Rs.250 سالانہ:- /Rs.1000 خصوصی تعاون -/Rs.5000

بیرونِ ممالک سالانہ 100 امریکی ڈالر خصوصی تعاون 500 امریکی ڈالر

Remittance Address/ترسیل زر کا پتہ

SANA FATIMA

Bank : State Bank of India

Medical College, Aligarh

A/C No. :40925169594

IFSC : SBIN0003570 / *Branch Code*:03570

G Pay / Paytm : +917017888297

Contact/رابطہ

'Seema' Urdu Quarterly Journal
Khayaban-e-Adab,
776, Samar House, Near Gul-e-Afraheim
Street No. 4/B, Dhorra Mafi,
Aligarh-202002 (U.P.) INDIA
ای میل: s.afraheim@yahoo.in
موبائل/واٹس اپ: 9358257696
www.saghirafraheim.com

Printed at : Litho Offset Printer, Achaltal, G.T. Road, Aligarh

فہرست

اداریہ — صغیر افراہیم — 7

گوشۂ عابد رضا بیدار

نامۂ تحریک وتشویق-عابد رضا بیدار — ابوسفیان اصلاحی — 15

ڈاکٹر عابد رضا بیدار کی دانشورانہ وعلمی صحافت — اسعد فیصل فاروقی — 31

بیدار صاحب اور خدا بخش لائبریری — سید مسعود حسن — 45

گوشۂ انیس رفیع

قصہ ایک دیہاتی شہری کا (انیس رفیع کا قلمی خاکہ) — ابوذر ہاشمی — 54

عصری حسیت کا فنکار-انیس رفیع — منظر حسین — 61

گھومتی ندی-ایک کھلی کتاب — انیس رفیع — 66

فکشن/ افسانہ

باغ اور سسکتی زندگی — ارشد رضوی (کراچی) — 74

سکہ رائج الوقت — اکرم شروانی — 83

ملکی رام لاہوری — پرویز شہریار — 88

آس کے صحرا کا سراب — اسلم جمشید پوری — 96

راکھ — اسلم سلازار — 101

دورنگی چھوڑ دے — عارف انصاری — 108

احساسِ تحفظ — تنویر اختر رومانی — 115

خود آشنائی — بتول فاطمہ — 118

بازیافت — رضوانہ سلطانہ — 121

شاعری

نعت
نعت — احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی — 129
غزلیں — عارف حسن خاں — 130
فنا میں بقا (نظم) — عارف حسن خاں — 131
غزلیں — عارف حسن خاں — 135
غزلیں — مہتاب حیدر نقوی — 136
غزلیں — رؤف خیر — 138
تضامین — مرغوب اثر فاطمی — 140
شارق عدیل — 142

تحقیق وتنقید

ساختیات اور مابعد ساختیات-ایک تنقیدی مطالعہ — ناصر بغدادی (کنیڈا) — 144
رحمانِ مُذنب کی خُوشبودار عورتیں — مرزا حامد بیگ (لاہور) — 157
ڈاکٹر جمیل جالبی: مشاہدے سے مجاہدے تک — ارشد رضوی (کراچی) — 170
ذکیہ مشہدی کی افسانہ نگاری: فکری، جذباتی اور جمالیاتی بیانیہ — شبیر احمد — 172
پریم چند کا ایک لازوال کردار ''بدھیا'' — صبیحہ انور — 191
حسن کوزہ گر---اور پروفیسر شمیم حنفی کا تنقیدی رویہ — حافظ کرناٹکی — 195
منظر کلیم کی شخصیت کے نشیب وفراز — اختر آزاد — 202
عشرت ظہیر کے بیانیہ میں سرگوشی کا طلسم — اشہر ہاشمی — 215
ڈاکٹر عطیہ عابد کی افسانہ نگاری ''سوکھے پھول'' کے حوالے سے — محمد جلال الدین — 220
شمیم طارق: ایک قلندر اور شاعر — شہزاد انجم برہانی — 226

رپورتاژ/خاکہ/ترجمہ

پہلی ہندوستانی جنگ آزادی کی عظیم خاتون مجاہد آزادی:
اودھ کی ملکہ بیگم حضرت محل — رئیس صدیقی — 234

آہ بی بی صاحب سلون- بھابھی بیگم سیدہ بلقیس صاحبہ	سلمیٰ عمر (لندن)	238
پروفیسر اسلوب احمد انصاری سرچشمۂ حیات	عفت آراء	244
شیلندر پرتاپ سنگھ	مترجم: صغیر افراہیم	249
''تخت راؤ''- گوپی چند دھنگر	مترجم: معین الدین عثمانی	254

کتابوں کی باتیں

ڈاکٹر محمد آصف حسین کا مرتّب کردہ ''دیوانِ کاؔنی'' (ایک جائزہ)	عارف حسن خاں	259
تشنگی: نظمیہ شاعری کا خوبصورت مجموعہ	اے. کے. علوی	263
صادقہ نواب سحر کا ناول ''جس دن سے'' زندگی کے سیاہ و سفید رنگوں کا خوبصورت خاکہ	نسترن احسن فتیحی	266

گرامی نامے/تاثرات/ردِّعمل

تاثرات	مرزا خلیل احمد بیگ	269
تاثرات	مرزا حامد بیگ (لاہور)	273
اے ایم یو کے فکشن سے متعلق (ایک تاثراتی و تجزیاتی تحریر)	شارق عدیل	275
سیما میگزین کے تازہ شمارہ جنوری تا جون ۲۰۲۵ء پر اک تاثر	تقدیس نقوی (دُبئی)	291
اداریہ 'سیما'	طارق سعید	294
تاثرات رسالہ: سیما جنوری تا جون ۲۰۲۵ء	علیم اسماعیل	299
مراسلہ	علی عباس اُمیؔد	299
مراسلہ	عارف انصاری	301
تاثرات	رؤف خیر	301
مراسلہ	اختر آزاد	303
مراسلہ	شمس الہدیٰ انصاری	304
مراسلہ	معین الدین عثمانی	305
تقریب رونمائی (رپورٹ)	ثنا فاطمہ	307
رِٹائرمنٹ زندگی کی ایک نئی منزل	عفت آراء	310

ڈاکٹر محمد جلال الدین

ڈاکٹر عطیہ عابد کی افسانہ نگاری ''سوکھے پھول'' کے حوالے سے

افسانہ کے بارے میں جو بات سب سے اہم ہے، وہ یہ کہ افسانہ اثباتِ حیات کا سب سے مؤثر لسانی وسیلہ ہے، جس کی تشکیل میں زبان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ زبان ہی واقعہ کو تشکیل دیتی ہے اور ایک خاص طرح سے مرتب کرتی ہے۔ ہر بڑے افسانہ نگار کا یہ امتیاز ہے کہ اُس کے یہاں افسانہ کی لسانی تعمیر و تشکیل میں ایک خاص توجہ اور کاوش نظر آتی ہے، جو اُسے دوسرے افسانہ نگار سے ممتاز کرتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ افسانہ کی لسانی تشکیل و تعمیر کے تقاضوں سے کماحقہ علم و آگہی کے بغیر افسانہ نگار کی تخلیقی کاوشوں کے اعتراف کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر عطیہ عابد کی کہانیوں کے مطالعہ سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ افسانہ کی فنی قدر و قیمت کے تعین میں یہی اصول زیادہ کارگر اور سودمند ہے۔

۱۹۸۰ء کے بعد کے افسانوں منظر نامے پر جن افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقی شخصیت کو نمایاں کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے، ان میں ایک اہم نام ڈاکٹر عطیہ عابد کا ہے۔ ''سوکھے پھول'' ۱۹/افسانوں پر مشتمل ڈاکٹر عطیہ عابد کا افسانوی مجموعہ ہے، جس میں فکر و خیال کی ندرت اور زبان و اسلوب کے سلیقہ مند برتاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ اس میں شامل افسانوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ افسانہ نگار عصری زندگی کے تجربات و مشاہدات اور احساسات کو افسانوی ڈھانچے میں ڈھالنے کے فن سے واقف ہے۔ ان کی افسانہ نگاری، روایت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی کڑوی سچائیوں کی تصویر بھی پیش کرتی ہے، جس سے سماجی ناانصافی، طبقاتی کشمکش اور سیاسی جبر کے مسائل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نئی نسلوں کی بے اطمینانی اور شکست و ریخت ہماری کہانی میں مختلف صورتوں میں اجاگر ہوئی ہے۔ یہ اظہار کبھی بیانیہ، کبھی علامتی اور کبھی استعاراتی رہا ہے۔ فکری انتشار کی یہ کیفیت افسانے کو متنوع موضوعات اور اسالیب سے آشنا کر دیا۔ موضوعات اور اسالیب کا

یہ تنوع ڈاکٹر عطیہ عابد کی کہانیوں میں بھی نظر آتا ہے۔
ان کے افسانوں میں پریم چند کی سماجی زندگی، کرشن چندر کی رومانی زندگی اور اقبال مجید کی بے ساختگی اپنے تیکھے لہجے کے ساتھ پروان چڑھتی نظر آتی ہے۔ پھر انگریزی سے واقفیت ہونے کی وجہ سے Understatement یعنی زیر لب بات کہنے کے فن اور ٹریجڈی کے فن کو بھی کامیابی سے برتا ہے۔

پریم چند کا افسانہ ''کفن'' افسانہ نویسی کی تاریخ میں پہلا موڑ اور افسانے کی روایت سے پہلا انحراف ہے تاہم یہ انحراف روایت نہ بن پایا۔ اس کے بعد منٹو نے روش عام سے ہٹ کر شعور کی رو کی تکنیک میں کچھ تجریدی افسانے لکھے۔ ان کے افسانے، افسانہ نگاری میں ایک نیا تجربہ تھا جس میں پلاٹ کا روایتی تصور ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد قر?العین حیدر نے افسانے کو ایک نئی جہت عطا کی، پھر تو افسانے میں پے در پے بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اب نئے افسانہ نگار پلاٹ کے محتاج رہے اور نہ زبان کے، انھوں نے زبان کے مروجہ سانچے کو بھی توڑ دیا۔ ڈاکٹر عطیہ عابد بھی اپنے افسانوی لیبارٹری میں نئے نئے تجربے کی کوشش کرتی نظر آتی ہیں اور اپنی کوششوں میں بہت حد تک کامیاب بھی ہیں۔

ڈاکٹر عطیہ عابد نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ موجودہ دور کے کرب وانتشار، بے اطمینانی، نفسیاتی الجھنیں، تہذیبی اقدار کی پامالی، معاشی کشمکش اور غریب زدہ افسردہ چہروں کا بڑا عمیق مطالعہ کیا ہے، اس کے بعد انھوں نے اپنا افسانوی منظر نامہ تعمیر کیا ہے۔ ''سوکھے پھول''، ''پگلی''، ''مشک''، ''ہبہ''، ''پیلی چمیلی'' وغیرہ افسانے متضاد عناصر کی زد میں آئے ہوئے فرد کے درد و کرب کی فنکارانہ تجسیم کرتے ہیں۔

''سوکھے پھول'' میں شامل افسانے اپنے باترسیل اسلوب نگارش اور تخلیقی بُنت کے لحاظ سے لائق مطالعہ ہیں۔ کردار، واقعہ، مکالمہ، تصویر کشی اور غیر گنجلک بیانیہ کی مدد سے افسانہ نگار نے ایسے عصری مسائل اور انسانی صورتحال کے عصری تضادات کی تخلیقی تجسیم کرنے کی کوشش کی ہے، جو عہد حاضر میں ہم سب کے لیے تشویش کا باعث بنتے جا رہے ہیں۔

ان افسانوں میں فکرِ رسا کے ساتھ ساتھ تخلیقی توانائی نظر آتی ہے۔ ان کے یہاں انفرادیت (Individuality)، ادبی بصیرت اور تحریر و اسلوب میں ایک قسم کا رکھ رکھاؤ اور خوش سلیقگی موجود ہے۔ علاوہ ازیں ایک خاص دھارے سے ہٹ کر بات کرنے

کی کوشش ایک خوشگوار احساس پیدا کرتی ہے۔اس کے تمام کردار، اس کا پلاٹ، اس کا محل وقوع، اس کے مکان، ان کے مکین، اس کے گاؤں، اس کے شہر، اس کی ندیاں، اس کے پہاڑ، اس کی وادیاں اور اس کے جنگل سب سچ مچ کے نظر آتے ہیں۔ یہاں زندگی اپنے تمام بانکپن، رنگ و روپ اور افتادِ طبع کے ساتھ چلتی پھرتی نظر آتی ہے، اور ہر عمر، ہر طبقہ کی جلوہ سامانیاں اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ یہاں زندگی بے عملی یا Freezing point نہیں بلکہ جدوجہد اور کوشش سے عبارت ہے۔

ڈاکٹر عطیہ عابد نے ہمارے گرد وپیش کے ان چھوٹے بڑے واقعات کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا ہے جہاں عام قاری کی نظریں عموماً نہیں پہنچ پاتیں۔ان کا قلم زندگی کے ہر پہلو کو چھوتا ہے، جس سے ان کے وسیع مطالعہ اور عمیق مشاہدہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ایک کامیاب افسانہ نگار زندگی کی راہوں میں بکھرے کنکر پتھر اٹھا اٹھا کر احساس جذبے اور قلم کی طاقت سے ہیرے اور موتی کی طرح چمکانے کے ہنر سے وہ واقف ہوتا ہے، اور سچائی یہ ہے کہ یہ ہنر بہت کم فنکاروں کے حصہ میں آیا ہے۔ڈاکٹر عطیہ عابد کی کہانیوں میں ہمیں ایک کامیاب فنکار سانس لیتا ہوا نظر آتا ہے۔مصنفہ نے یوں تو نچلے اور متوسط طبقے کو بھی اپنے افسانے کا موضوع بنایا ہے، تاہم ان کا جھکاؤ متوسط طبقہ سے اوپر کے افراد کی جانب نظر آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے بیشتر افسانے عموماً کسی بڑے افسر، ڈاکٹر، پروفیسر، یا کسی دوسرے Sophisticated طبقہ کی اندرونی و بیرونی کشمکش، نفسیاتی الجھنیں اور مسائل کو منعکس کرتے نظر آتے ہیں۔ ''آتش بازی''، ''آہستہ چل میرے سپنے''، ''حسرتیں'' وغیرہ ایسے ہی لوگوں کے مسائل پر مبنی افسانے ہیں، جو گہرے مشاہدے کا نتیجہ ہیں۔

ڈاکٹر عطیہ عابد کے افسانے کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کی کہانیوں کا راوی عموماً واحد متکلم ہے۔ یوں تو ناول کی تاریخ کا شاہکار مرزا، رسوا کا امراؤ جان ادا، کا راوی بھی واحد متکلم ہے جو ناول کی عظمت اور مقبولیت کا ایک اہم سبب بھی ہے تاہم دونوں کہانیوں کے راوی میں نمایاں فرق ہے۔ناول امراؤ جان ادا، کا راوی اس کا مرکزی کردار امراؤ جان ہے جو اپنی سرگزشت بیان کر رہی ہے، جب کہ ''سوکھے پھول'' کی کہانیوں کا راوی خود افسانہ نگار ہے، جو زبانِ حال سے کہانی بیان کر رہا ہے۔

''آج صبح حسبِ عادت میں گھر سے ٹہلنے نکلی۔ انجانے میں اس کونے پر نظر

پڑی جہاں حبیب نے پیلی چمیلی لگا رکھی تھی---آج وہ خوشبو دار پیلے پھولوں کی چادر اوڑھے میرے سامنے کھڑا تھا۔حبیب کی مسکراہٹ اور ہنسی دلکش ہوا کرتی تھی---آج لگا وہ ہنستے ہوئے میرا خیر مقدم کر رہا ہے۔'' (پیلی چمیلی)

افسانہ پڑھتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ ان کے لکھنے میں عجلت کو زیادہ دخل نہیں ہے۔افسانہ جس ٹھہراؤ اور تسلسل کا تقاضہ کرتا ہے، اس میں موجود ہے۔ڈاکٹر عطیہ عابد کے بعض افسانوں میں دردمندی اور سوز و گداز کی ایک فضا موجود ہے۔ وہ لاچاروں اور مجبوروں کے دکھ درد کو نہ صرف محسوس کرتی ہیں بلکہ ان میں شریک ہوتی ہیں، ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی پیوندکاری کرتی ہیں۔مشک، پگلی، پیلی چمیلی، جیسے افسانوں میں ایسے ہی لوگوں کے ساتھ سانس لیتی نظر آتی ہیں۔بالخصوص ان کی کہانی ''مشک'' اسی جذبے کی آئینہ دار ہے، جس میں سماج میں حاشیے پر پڑے افراد کے دکھ درد میں شریک ہیں۔مدر ٹریسا کے مشن ان کی خدمات اور ان کے کارناموں سے وہ بے حد متاثر و معترف ہیں، جن کی پوری زندگی غریبوں، لاچاروں اور یتیموں کی فلاح اور رفاہِ عام سے عبارت ہے۔

مصنفہ نے عصمت چغتائی کی طرح عورتوں کے مسائل، ذہنی کشمکش اور ان کے مرتبہ کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔مجموعہ میں شامل کئی افسانے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔''سوکھے پھول''عورت خدا اور خدائی''ہبہ''اور بعض دوسرے افسانوں میں عورت کے جذبات و نفسیات کی بھرپور تصویر کشی کرنے کے ساتھ ساتھ ازدواجی زندگی کے درپیش مسائل کو بھی اپنی گرفت میں لینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔سماجی اور سیاسی مسائل کے درمیان بھائی بہن کے پیار، گھریلو اور جذباتی رشتوں اور ان کوائف کو، جو رشتوں کی بنیاد ہیں، مو?ثر انداز سے ''ٹوٹا ہوا تارا'' اور ''نام کرن'' میں پیش کیا ہے۔ایک ایسا رشتہ جو دلوں میں دھڑکن بن کر اپنے وجود کا ثبوت دیتا ہے اور جو دنیاوی حالات اور مسائل سے یکسر بے نیاز ہے۔''پیلی چمیلی'' کا حبیب جو دوسروں میں خوشیاں تقسیم کرتا ہے اور خود لاتعداد غموں کا مقابلہ کرتا ہے اور بالآخر حالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے، تاہم پیار و محبت کی ایک ایسی خوشبو چھوڑ جاتا ہے، جو اس کی لگائی ہوئی پیلی چمیلی کے مسکراتے پھول اور اس کی خوشبو کی شکل میں ہر وقت ہمارے سامنے موجود رہتا ہے اور ہر نئی صبح کو ہوا کے ساتھ آنے والی خوشبو اس کی محبت اس کے پیار اور اس کی چمیلی کی خوشبو معلوم ہوتی ہے۔

انسانی طبیعت کا دوغلاپن، سماج اور معاشرے میں پلنے والے کرائم اور عدالت

جہاں پیسہ لے کر فیصلہ بدلے جاتے ہیں اور بے قصور و معصوم لوگوں کو مجرم قرار دے کر ان کا جینے کا حق چھین لیا جاتا ہے اور ایسی ہی متعدد برائیاں جو سماج میں جنم لیتی ہیں، کو عطیہ عابد نے ''بگلی'' جیسے افسانے کے ذریعہ بے نقاب کیا ہے۔ ایک غلط فیصلہ ندا کے گھربار، اس کی زمین، اس کے اقدار، سماجی اور ثقافتی رشتے حتیٰ کہ اس کے خواب بھی اجاڑ لے جاتا ہے اور اس طرح ایک ہرا بھرا چمن معاشرے کے ذریعہ لائے ہوئے خزاں کی نذر ہو جاتا ہے۔

ان کی کہانیوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض تفننِ طبع یا ''For the sake of bliss'' کے مقصد سے نہیں لکھی گئی ہیں بلکہ ان میں جدید عصری حسّیت اور فکری توانائی موجود ہے۔ یہ کہانیاں چونکاتی بھی ہیں اور غور و فکر کی دعوت دے کر تخلیق میں شامل ہونے کا موقع بھی فراہم کرتی ہیں۔

ڈاکٹر عطیہ عابد کی کہانیوں کے کردار مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں، متعدد مقامات کی سیر کرتے ہیں، مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں، حتیٰ کہ ان کی زبانیں مختلف ہیں تاہم ان کے خیالات میں کافی حد تک یکسانیت ہے۔ ان کے افکار و اطوار بہت حد تک مشترک ہیں، عید، ہولی، دیوالی، کرسمس کوئی بھی تہوار ہو سب شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں ساجھے دار ہیں۔ اس طرح یہ باہمی یگانگت اور گنگا جمنی تہذیب کی روشن مثال پیش کرتے ہیں۔

''پھولوں کی وادی'' کے گریس اور لارنس ''نام کرن'' کا سوشیل شرما، جس کی وفات کے بعد انگیزیڈر کے نام سے تجہیز و تکفین کی جاتی ہے، آتش بازی کا ستیش، مایا اور اسلم مشترکہ تہذیب و روایت کی علامت ہیں، البتہ ان کی ایک کہانی نام کرن (جو گھریلو اور جذباتی رشتوں کی کہانی ہے) کی اخیر عبارت میں دو مذاہب کے درمیان تدفین کے عمل میں معمولی اختلاف کی طرف ایک ہلکا اشارہ ضرور کیا گیا ہے، جو در اصل ایک سماجی اور فطری عمل ہے، تاہم وہاں بھی ایک طرح کی ہم آہنگی اور مثبت سوچ کا پتہ چلتا ہے۔

اسلوب اور تکنیک کے نقطہ نظر سے ڈاکٹر عطیہ عابد کے افسانے کامیاب نظر آتے ہیں۔ ان کے یہاں زبان و بیان اور اسلوب کی سطح پر ایک خاص توجہ اور انہماک نظر آتا ہے، نیز ان کا منفرد لب و لہجہ قاری کو متاثر کرتا ہے۔ انھوں نے اپنی کہانیوں کو موثر اور دلچسپ بنانے کے لیے تمثیلی طریقِ اظہار کو بھی جگہ دی ہے۔ ان کے افسانوں میں تخلیقی اظہار میں نیا پن اور تجربے کو ایک خوش آئند پہلو قرار دیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ شروع ہی میں وضاحت کی گئی ہے، افسانے میں زبان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ان کا اسلوب افسانہ نگاری کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ان کے افسانوں کی زبان نسبتاً آسان اور عام فہم ہے۔ بناوٹ اور تصنع سے یکسر عاری ہے۔انھوں نے رنگین بنانے کی مطلق کوشش نہیں کی۔حفظِ مراتب کا خیال رکھا ہے۔یہ افسانے فکشن ہوتے ہوئے بھی سچے اور حقیقی واقعہ معلوم ہوتےہیں اور افسانہ نگار نے خود کو راوی کی شکل میں پیش کر کے کہانی کو اور فطری بنا دیا ہے۔ان کی بعض کہانیوں میں اسلوب اور تکنیک کے تجربے کا ایک خوشگوار احساس بھی ہوتا ہے۔ان کے افسانوں میں دلچسپ اور موثر آغاز ہے، حرکت ہے، کلائمکس (Climex) ہے اور فنکارانہ اختتام بھی۔ان کے کردار خیالی دنیا کے باشندے نہیں بلکہ ہمارے بیچ رہنے والے گوشت و پوست کے عام انسان ہیں۔"پگلی" والی ندا، "پیلی چمیلی" والا حبیب، "عورت خدا اور خدائی" والی گڑیا، "سوکھے پھول" والی مریم جیسے کردار ہمارے معاشرے میں ہر جگہ مل جائیں گے، جو ایک زندہ، فعال اور عمل سے بھرپور معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں برابر کے شریک ہیں۔

غرض، ڈاکٹر عطیہ عابد کی کہانیاں زندگی کی مثبت قدروں کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے فنی و فکری تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔اس مجموعہ میں ایک کامیاب فنکار سانس لیتا نظر آتا ہے۔اس میں صداقت اور واقعیت کے ساتھ ادبیت موجود ہیاور اس کا مطالعہ قاری کے ذہن کو کسی بھی گراں سے محفوظ رکھتا ہے۔یہی سبب ہے کہ قاری کہانی کے ہر موڑ پر اپنے آپ کو شریک پاتا ہے،اور جو ایک اچھی کہانی کی پہچان ہے۔مطالعہ کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کی کڑوی سچائیوں سے فنی ہنر مندی کے ساتھ ہم سب کو روشناس کرایا ہے۔ان کی یہ کاوش لائق تحسین ہے اور ان کی کہانیاں اردو ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہیں۔

یہاں ایک بات جو توجہ طلب ہے، وہ یہ کہ کسی بھی کتاب کی طباعت میں پروف ریڈنگ کا مرحلہ کافی دقت طلب اور صبر آزما ہوتا ہے اور اس مقام پر کسی بھی قسم کی عجلت کتاب کی ساکھ کو مجروح کر سکتی ہے۔اس کتاب میں پروف کی غلطیاں راہ پا گئی ہیں، جن پر بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ساتھ ہی ان کی نگارشات موضوع اور فکر و خیال کی سطح پر مزید وسعت کا تقاضا کرتی ہیں۔یوں بھی خوب سے خوب تر کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

موبائل:9412596074